اختلاف رائے اور اس کا حل قرآن وحدیث کی روشنی میں

Difference of Opinion and its Resolution in the Light of the Quran and Hadith

Professor Dr Shazia Ramzan
Dean, Faculty of Arts and Humanities,
University of Agriculture, Faisalabad
Ainee Rubab
Lecturer in Islamic Studies,
Pir Mehr Ali Shah Arid Agriculture University, Rawalpindi

Abstract

Differences of opinion are a natural part of human society, but their positive or negative impact depends on how they are managed. The Seerah of the Holy Prophet (ﷺ) teaches us that disagreements should be handled with tolerance, wisdom, and good character rather than conflict and discord. The Prophet (ﷺ) consistently promoted consultation (Shura), patience, forgiveness, and mutual respect. Even with those who held opposing views, he communicated with kindness, justice, and reason, never allowing personal ego to influence decisions.

The Seerah highlights key principles for resolving disagreements, including tolerance, the willingness to listen, acceptance of the truth, and prioritizing the collective good. By adopting these values, differences of opinion can become a source of intellectual growth and social harmony rather than division.

Keywords: Seerah, Differences of Opinion, Tolerance, Consultation (Shura), Mutual Respect, Social Harmony, Intellectual Growth

اختلاف

اختلاف انسانی زندگی کا لازمی حصہ ہے اور ایک منہج پر مستقل قائم رہنا ممکن نہیں ہے۔ ان اختلافات کی وجہ سے معاشروں پر اثرات مرتب ہوتے ہیں اور یہ مثبت اور منفی دونوں تناظر میں ہو سکتے ہیں۔ یہ ایک انسانی حقیقت ہے کہ معاشروں میں افراد کی کثرت کے باعث تصادم کے امکانات بڑھ جاتے ہیں۔ اہل اسلام کے چودہ صدیوں پر مشتمل تاریخ کا اگر مطالعہ کیا جائے تو وہاں پر بھی ہمیں باہمی معاملات میں اختلافات نظر آتے ہیں۔ لیکن ہمیں شریعت محمدی اور سیرت طیبہ سے اخذ کردہ تعلیمات اور حدود و آداب کو مد نظر رکھنا چاہئے۔

اصطلاحی معنی

اختلاف عربی زبان کا لفظ ہے جس کے حروف اصلی خ-ل-ف ہیں۔ اختلاف کے مقابلے میں اتفاق آتا ہے۔(1)

لغوی معنی

اس کے لغوی معنی ایک شے کے قائم مقام بننا، آگے کے برعکس اور تغیر و تبدل ہیں۔(2)

اختلاف کی تعریف

اختلاف کی تعریف کے متعلق مختلف آراء ہیں جیسا کہ "اختلاف اور مخالفت یہ ہے کہ کوئی آدمی اپنے دوسرے ساتھی کے احوال یا باتوں سے الگ راستہ اختیار کرے"۔(3)

جب بنو نضیر نے غزوۂ احد میں مشرکین کی مدد کر کے نبی کریم (ﷺ) سے کئے گئے معاہدے کی خلاف ورزی کی تو ایک دن مسلمانوں نے بنو نضیر کی بستی کا محاصرہ کر لیا، جیسے ہی انہوں نے مسلمانوں کو دیکھا تو وہ فوراً اپنے قلعوں میں داخل ہو گئے- اور دروازے بند کر دیئے تو مسلمان ان کے کھجور کے درختوں کو کاٹنے اور جلانے لگے- کچھ درخت کاٹے گئے، کچھ درخت جلائے گئے، تو بعض نے کہا کہ ان باغات کو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو مالِ غنیمت کے طور پر عطا فرمایا ہے ان کو نہ کاٹا جائے- بعض نے کہا کہ جنگی حکمتِ عملی کے پیش نظر ان درختوں کا کاٹنا چاہیے، جب دونوں کی آراء مختلف ہو گئیں تو نبی کریم (ﷺ) سے عرض کیا گیا کہ ہم نے جو کارروائی کی ہے اس پر ہمیں اجر ملے گا یا گناہ ہو گا- کہیں یہ فساد فی الارض کے زُمرے میں تو نہیں آئے گا- تو اتنے میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت مبارکہ نازل فرمائی: ”جو درخت تم نے کاٹے یا اُن کی جڑوں پر قائم چھوڑ دیئے یہ سب اللہ کی اجازت سے تھا اور اس لئے کہ فاسقوں کو رسوا کرے“-(4)

اللہ تعالیٰ نے دونوں کی رائے کو درست قرار دیا- یہ کتنے بڑے اعزاز کی بات ہے کہ جن کی رائے کے درست ہونے کی تصدیق اللہ تعالیٰ فرمادے-

تو اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ اختلاف اگر خیر پر مبنی ہو تو رحمت ہے- اسی طرح حضرت امام بخاری و مسلم نے روایت کیا ہے جس کا مفہوم یہ ہے:

حضرت ابن عمر (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ جب حضور نبی کریم (ﷺ) غزوۂ احزاب سے واپس تشریف لائے تو آپ (ﷺ) نے ہم سے فرمایا کوئی شخص بنو قریظہ میں پہنچے بغیر عصر کی نماز نہ پڑھے- جب راستے میں عصر کا وقت ہوا تو بعض صحابہ کرام (رضی اللہ عنھم) نے کہا کہ ہم عصر کی نماز اس وقت تک نہیں پڑھیں گے جب تک ہم بنو قریظہ پہنچ نہیں جاتے- بعض نے کہا کہ ہم عصر کی نماز پڑھیں گے کیونکہ آپ (ﷺ) نے ہم سے

اس کا ارادہ نہیں کیا تھا-ان کی رائے یہ تھی کہ اس ارشاد سے حضور نبی کریم (ﷺ) کا منشا یہ تھا کہ وہ بنو قریظہ میں جلدی پہنچو- آپ (ﷺ) کا یہ منشا نہیں تھا کہ بنو قریظہ میں ہی نمازِ عصر پڑھنا خواہ نماز قضا ہی ہو جائے-سو انہوں نے اس حدیث پاک کی منشا اور مفہوم پر عمل کیا-دوسرے صحابہ کرام نے حدیث پاک کے ظاہری الفاظ پر عمل کیا کہ نمازِ عصر بنو قریظہ میں پہنچ کر ہی پڑھنی ہے-دونوں کی رائے مختلف تھی لیکن چونکہ خیر پر مبنی تھیں اس لئے آپ (ﷺ) نے ان میں سے کسی فریق کو ملامت نہیں کیا بلکہ دونوں کی رائے کو عزت واحترام عطا فرمایا-(5)

امام ابن کثیر نے "الجامع المسانید" اور امام ہیثمی نے "مجمع الزاوئد" میں نقل کیا ہے کہ:

زید بن سعنہ کہتے ہیں کہ جب میں نے پہلی بار محمد (ﷺ) کو دیکھا تو نبوت کی تمام علامات کو میں پہچان گیا سوائے دو کے-ایک یہ کہ اس کا حلم اس کے غصہ پر غالب ہو گا- جتنا بھی اس کے ساتھ جہالت کا رویہ اختیار کیا جائے گا اتنا ہی ان کا حلم بڑھتا جائے گا- پھر کہتے ہیں کہ مَیں نے آپ (ﷺ) کے ساتھ بیع کی-تو وعدے سے دو یا تین دن قبل میں نے آپ (ﷺ) سے قرض کا مطالبہ شروع کر دیا- میں نے آپ (ﷺ) کی قمیص اور چادر سے پکڑ کر سخت ترین طریقے سے بات کی-حضرت ابو بکر، عمر، عثمان اور دیگر صحابہ کرام (رضی اللہ عنھم) بھی ساتھ تھے- میری سختی دیکھ کر عمر نے مجھے غصہ سے کہا اے یہودی! کیا تو اللہ کے رسول (ﷺ) کے ساتھ ایسا برتاؤ کر رہا ہے- اُس ذات کی قسم جس نے محمد (ﷺ) کو حق دے کر بھیجا ہے اگر مجھے کسی چیز کا ڈر نہ ہوتا تو میں اپنی تلوار سے تیرا سر اڑا دیتا-زید کہتے ہیں رسول اللہ (ﷺ) عمر کی طرف بڑے اطمینان، سکون اور مسکراہٹ کے ساتھ دیکھ رہے تھے- پھر آپ (ﷺ) نے فرمایا اے عمر! میں اور وہ تم سے کسی اور سلوک کے خواہاں تھے-تم مجھے حسنِ ادائیگی کا کہتے اور اسے حسنِ تقاضا کا کہتے-اب اسے لے جا اور اس کا قرض ادا کر دے اور اسے بیس صاع کھجوریں اضافی دے دے کیونکہ تو نے اسے دھمکی دی ہے-یہ حسنِ اخلاق دیکھ کر مجھے تصدیق ہو گئی اور میں نے اسلام قبول کر لیا-(6)

اختلافات قرآنی آیات کی روشنی میں

اللہ تعالیٰ نے انسان کو شکل وصورت، رنگ ونسل، زبان وبیان، ذوق ومزاج، غور وفکر اور عقل وفہم کے اعتبار سے ایک دوسرے سے مختلف پیدا کیا ہے-یہی وجہ ہے کہ ہر کس اپنی جداگانہ شخصیت اور انفرادی حیثیت رکھتا ہے-اسی وجہ سے اختلافِ رائے کا پیدا ہونا یقینی امر ہے-

قرآن کریم میں ارشاد ہے:

وَ مِنْ اٰیٰتِهٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَ اخْتِلَافُ اَلْسِنَتِكُمْ وَ اَلْوَانِكُمْ ط اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّلْعٰلِمِیْنَ ۔ (7)

”اور اس کی نشانیوں سے ہے آسمانوں اور زمین کی پیدائش اور تمہاری زبانوں اور رنگتوں کا اختلاف- بیشک اس میں نشانیاں ہیں جاننے والوں کے لئے-“

اگر اختلاف مخالفت کا روپ دھارلے تو احترام انسانیت کا جنازہ اُٹھنے لگتا ہے، انسانی معاشرہ فتنہ وفساد کی نظر ہو جاتا ہے اور الفت ومحبت کی جگہ تعصب، ہٹ دھرمی اور شدت پسندی لے لیتی ہے اور اُمت طبقاتی تقسیم میں منقسم ہو جاتی ہے- ایسا اختلاف جو اُمت کی وحدت کو ختم کرنے کا سبب بنے اس کو اختلاف شر قرار دیا گیا ہے اور اختلاف شر کے نتائج اتنے بھیانک اور خطرناک ہیں جس کا اندازہ قرآن مجید کی اس آیت کریمہ سے لگایا جاسکتا ہے-

قَالَ يَبْنَؤُمَّ لَا تَأْخُذْ بِلِحْيَتِيْ وَ لَا بِرَاْسِيْ ج اِنِّيْ خَشِيْتُ اَنْ تَقُوْلَ فَرَّقْتَ بَيْنَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ وَ لَمْ تَرْقُبْ قَوْلِيْ ۔ (8)

”کہا اے میرے ماں جائے نہ میری داڑھی پکڑو اور نہ میرے سر کے بال مجھے یہ ڈر ہوا کہ تم کہو گے تم نے بنی اسرائیل میں تفرقہ ڈال دیا اور تم نے میری بات کا انتظار نہ کیا-“

سیدنا حضرت ہارون (علیہ السلام) کے نزدیک قوم میں اختلاف وانتشار پھیلانا کتنا بڑا جرم تھا- لیکن ایسا اختلافِ رائے جو خیر اور نیک نیتی پر مبنی ہو جس سے افکار ونظریات اور فہم وفراست کے نئے دریچے وا ہوتے ہوں، جو بہتر سے بہتر تر کی تلاش کے لئے کیا جائے تو وہ قابل تحسین بھی ہے اور رحمت بھی-

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

مَا قَطَعْتُمْ مِّنْ لِّيْنَةٍ اَوْ تَرَكْتُمُوْهَا قَآئِمَةً عَلٰٓى اُصُوْلِهَا فَبِاِذْنِ اللّٰهِ وَ لِيُخْزِيَ الْفٰسِقِيْنَ۔ (9)

”جو درخت تم نے کاٹے یا ان کی جڑوں پر قائم چھوڑ دیئے یہ سب اللہ کی اجازت سے تھا اور اس لئے کہ فاسقوں کو رسوا کرے- “

ایک اور جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے-

وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا...(10)

حکم الٰہی کا مفہوم ہے کہ آپ تمام باہم ملکر رب العزت کی رسی کو پختگی کے ساتھ پکڑلیں اور ایک دوسرے کے درمیان تفرقہ نہ ڈالیں۔

اسی طرح دوسری آیات قرآنی میں ارشاد ہوا ہے

اِنَّ الَّذِيْنَ فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ وَ كَانُوْا شِيَعًا لَّسْتَ مِنْهُمْ فِيْ شَيْءٍ-اِنَّمَآ اَمْرُهُمْ اِلَى اللّٰهِ ثُمَّ يُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ۔(11)

بے شک جو لوگ اپنے دین کے ٹکڑے کر کے گروہوں میں باہم تقسیم ہو گئے اے محبوب ﷺ آپ کا ان سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

كَانَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً- فَبَعَثَ اللّٰهُ النَّبِيّٖنَ مُبَشِّرِيْنَ وَ مُنْذِرِيْنَ-وَ اَنْزَلَ مَعَهُمُ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِيَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ فِيْمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِؕ-وَ مَا اخْتَلَفَ فِيْهِ اِلَّا الَّذِيْنَ اُوْتُوْهُ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ بَغْيًۢا بَيْنَهُمْۚ-فَهَدَى اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ مِنَ الْحَقِّ بِاِذْنِهٖؕ-وَ اللّٰهُ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ- ۔(12)

سب لوگ ایک امت کے منصب پر فائز تھے (دین واحد کی اتباع پر قائم تھے) اللہ کریم نے انبیاء کرام کی بعثت فرمائی جو کہ خوشخبریاں اور ڈر سناتے جلوہ افروز ہوئے۔ ان کی معیت میں سچی (تصدیق شدہ) کتاب نازل کی تاکہ وہ (ان کے مابین اختلافات کے نتیجے میں حتمی) فیصلہ کرے اور جن لوگوں کو یہ (عظیم الشان) کتاب عطاء کی گئی ان لوگوں نے باہم حسد، بغض (کو بنیاد بنا کر) کی وجہ کتاب الٰہی میں اختلاف پیدا کیا۔

چونکہ اشیاء کا مختلف پیدا کیا جانا منشاءِ الٰہی سے ہے اس لئے ان میں اختلافِ رائے کا پایا جانا قدرتی امر ہے۔ میں سمجھتا ہوں جس طرح لوگوں کے رنگ اور زبان کا اختلاف آیاتِ الٰہی میں سے ہے اسی طرح انسانی عقل و فہم، نکتہ ہائے نظر اور ان سے جنم لینے والی سوچ و فکر اور آراء کا مختلف ہونا بھی قدرت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے۔

اختلاف احادیث کی روشنی میں

عہدِ نبی ﷺ اور عہدِ صحابہ کرامؓ میں بھی صحابہ کرام کے مابین فروعات دین میں اختلاف رونما ہوتا رہا، مگر کبھی بھی اختلاف ذات نبوی ﷺ اور صحابہ کرام کے مابین تنقیصِ نبوی ﷺ ی اور معاشرتی تخریب کاری کا سبب نہ بنا۔ بلکہ اس اختلاف نے عملی راہ ہموار کی اور آنے والے ازمنہ میں لوگوں کے لیے سہولت کا باب کھلا۔ جیسا کہ امام بخاری کی روایت سے اُس زمانے کی سنہری مثال ملتی ہے:

لایصلین احد العصر الا فی بنی قریضة۔ (13)

کوئی نماز عصر بنی قریظہ کے علاوہ میں ادا نہ کرے۔

حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ ، حَدَّثَنَا عَفَّانُ ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ ، عَنْ ثَابِتٍ ، عَنْ أَنَسٍ " أَنّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، شَاوَرَ حِينَ بَلَغَهُ إِقْبَالُ أَبِي سُفْيَانَ، قَالَ: فَتَكَلَّمَ أَبُو بَكْرٍ فَأَعْرَضَ عَنْهُ، ثُمَّ تَكَلَّمَ عُمَرُ فَأَعْرَضَ عَنْهُ، فَقَامَ سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ، فَقَالَ: إِيَّانَا تُرِيدُ يَا رَسُولَ اللَّهِ؟، وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَوْ أَمَرْتَنَا أَنْ نُخِيضَهَا الْبَحْرَ لَأَخَضْنَاهَا، وَلَوْ أَمَرْتَنَا أَنْ نَضْرِبَ أَكْبَادَهَا إِلَى بَرْكِ الْغِمَادِ لَفَعَلْنَا، قَالَ: فَنَدَبَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النَّاسَ فَانْطَلَقُوا حَتَّى نَزَلُوا بَدْرًا، وَوَرَدَتْ عَلَيْهِمْ رَوَايَا قُرَيْشٍ وَفِيهِمْ غُلَامٌ أَسْوَدُ لِبَنِي الْحَجَّاجِ، فَأَخَذُوهُ فَكَانَ أَصْحَابُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى

اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْأَلُونَهُ عَنْ أَبِي سُفْيَانَ وَأَصْحَابِهِ، فَيَقُولُ: مَا لِي عِلْمٌ بِأَبِي سُفْيَانَ، وَلَكِنْ هَذَا أَبُو جَهْلٍ، وَعُتْبَةُ، وَشَيْبَةُ، وَأُمَيَّةُ بْنُ خَلَفٍ، فَإِذَا قَالَ ذَلِكَ: ضَرَبُوهُ، فَقَالَ: نَعَمْ أَنَا أُخْبِرُكُمْ هَذَا أَبُو سُفْيَانَ، فَإِذَا تَرَكُوهُ فَسَأَلُوهُ، فَقَالَ: مَا لِي بِأَبِي سُفْيَانَ عِلْمٌ، وَلَكِنْ هَذَا أَبُو جَهْلٍ، وَعُتْبَةُ، وَشَيْبَةُ، وَأُمَيَّةُ بْنُ خَلَفٍ فِي النَّاسِ، فَإِذَا قَالَ هَذَا أَيْضًا: ضَرَبُوهُ، وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَائِمٌ يُصَلِّي، فَلَمَّا رَأَى ذَلِكَ انْصَرَفَ، قَالَ: وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَتَضْرِبُوهُ إِذَا صَدَقَكُمْ وَتَتْرُكُوهُ إِذَا كَذَبَكُمْ، قَالَ: فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: هَذَا مَصْرَعُ فُلَانٍ، قَالَ: وَيَضَعُ يَدَهُ عَلَى الْأَرْضِ هَهُنَا هَهُنَا، قَالَ: فَمَا مَاطَ أَحَدُهُمْ عَنْ مَوْضِعِ يَدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ".(14)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب ابوسفیان رضی اللہ عنہ کی آمد کی خبر ملی تو آپ نے مشورہ کیا، کہا: حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے گفتگو کی تو آپ نے ان سے اعراض فرمایا، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے گفتگو کی تو آپ نے ان سے بھی اعراض فرمایا۔ اس پر حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور کہنے لگے: اے اللہ کے رسول! کیا آپ ہم سے (مشورہ کرنا) چاہتے ہیں؟ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اگر آپ ہمیں (اپنے گھوڑے) سمندر میں ڈال دینے کا حکم دیں تو ہم انہیں ڈال دیں گے اور اگر آپ ہم کو انہیں (معمورہ اراضی کے آخری کونے) برک غماد تک دوڑانے کا حکم دیں تو ہم یہی کریں گے۔ کہا: تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو بلایا، اور وہ چل پڑے حتی کہ بدر میں پڑاؤ ڈالا۔ ان کے پاس قریش کے پانی لانے والے اونٹ آئے، ان میں بنو حجاج کا ایک سیاہ فام غلام بھی تھا تو انہوں نے اسے پکڑ لیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھی اس سے ابوسفیان اور اس کے ساتھیوں کے بارے میں پوچھ گچھ کرنے لگے تو وہ کہنے لگا: مجھے ابوسفیان کا تو پتہ نہیں ہے، البتہ ابو جہل، عتبہ، شیبہ، اور امیہ بن خلف یہاں (قریب موجود) ہیں۔ جب اس نے یہ کہا، وہ اسے مارنے لگے۔ تو اس نے کہا: ہاں، تمہیں بتاتا ہوں، ابوسفیان ادھر ہے۔ جب انہوں نے اسے چھوڑا اور (دوبارہ) پوچھا، تو اس نے کہا: ابوسفیان کا تو مجھے علم نہیں ہے، البتہ ابو جہل، عتبہ، شیبہ، اور امیہ بن خلف یہاں لوگوں میں موجود ہیں۔ جب اس نے یہ (پہلے والی) بات کی تو وہ اسے مارنے لگے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے نماز پڑھ رہے تھے، آپ نے جب یہ صورت حال دیکھی تو آپ (سلام پھیر کر) پلٹے اور فرمایا: "اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! جب وہ سچ کہتا ہے تو تم اسے مارتے ہو اور جب وہ تم سے جھوٹ بولتا ہے تو اسے چھوڑ دیتے ہو۔" کہا: اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "یہ فلاں کے مرنے کی جگہ ہے۔" آپ زمین پر اپنا ہاتھ رکھتے تھے (اور فرماتے تھے) یہاں اور یہاں۔ کہا: ان میں سے کوئی بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ کی جگہ سے (ذرہ برابر بھی) اِدھر اُدھر نہیں ہوا۔

سیدنا حضرت عمر بن عبد العزیز (رضی اللہ عنہما) فرماتے:

"مجھے یہ اچھا نہیں لگتا کہ نبی کریم علیہ الصلوۃ والسلام کے صحابہ کرام میں اختلاف نہ ہوتا کیونکہ اگر ان میں اختلاف نہ ہوتا تو رخصت وگنجائش کی کوئی صورت نہ پیدا ہوتی"-(15)

وَقَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى: وَإِذْ غَدَوْتَ مِنْ أَهْلِكَ تُبَوِّئُ الْمُؤْمِنِينَ مَقَاعِدَ لِلْقِتَالِ وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ سورة آل عمران آية 121 وَقَوْلِهِ جَلَّ ذِكْرُهُ: وَلا تَهِنُوا وَلا تَحْزَنُوا وَأَنْتُمُ الأَعْلَوْنَ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ {139} إِنْ يَمْسَسْكُمْ قَرْحٌ فَقَدْ مَسَّ الْقَوْمَ قَرْحٌ مِثْلُهُ وَتِلْكَ الأَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ وَلِيَعْلَمَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَيَتَّخِذَ مِنْكُمْ شُهَدَاءَ وَاللَّهُ لا يُحِبُّ الظَّالِمِينَ {140} وَلِيُمَحِّصَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَيَمْحَقَ الْكَافِرِينَ {141} أَمْ حَسِبْتُمْ أَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَعْلَمِ اللَّهُ الَّذِينَ جَاهَدُوا مِنْكُمْ وَيَعْلَمَ الصَّابِرِينَ {142} وَلَقَدْ كُنْتُمْ تَمَنَّوْنَ الْمَوْتَ مِنْ قَبْلِ أَنْ تَلْقَوْهُ فَقَدْ رَأَيْتُمُوهُ وَأَنْتُمْ تَنْظُرُونَ {143} سورة آل عمران آية 139-143 وَقَوْلِهِ:وَلَقَدْ صَدَقَكُمُ اللَّهُ وَعْدَهُ إِذْ تَحُسُّونَهُمْ بِإِذْنِهِ حَتَّى إِذَا فَشِلْتُمْ وَتَنَازَعْتُمْ فِي الأَمْرِ وَعَصَيْتُمْ مِنْ بَعْدِ مَا أَرَاكُمْ مَا تُحِبُّونَ مِنْكُمْ مَنْ يُرِيدُ الدُّنْيَا وَمِنْكُمْ مَنْ يُرِيدُ الآخِرَةَ ثُمَّ صَرَفَكُمْ عَنْهُمْ لِيَبْتَلِيَكُمْ وَلَقَدْ عَفَا عَنْكُمْ وَاللَّهُ ذُو فَضْلٍ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ سورة آل عمران آية 152 , وَقَوْلِهِ: وَلا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا سورة آل عمران آية 169 الآيَةَ.(16)

اور سورۃ آل عمران میں اللہ تعالیٰ کا فرمان "اور وہ وقت یاد کیجئے، جب آپ صبح کو اپنے گھروں کے پاس سے نکلے، مسلمانوں کو لڑائی کے لیے مناسب ٹھکانوں پر لے جاتے ہوئے اور اللہ بڑا سننے والا ہے، بڑا جاننے والا ہے۔" اور اسی سورت میں اللہ عزوجل کا فرمان "اور ہمت نہ ہارو اور غم نہ کرو، تمہی غالب رہو گے اگر تم مومن ہو گے۔ اگر تمہیں کوئی زخم پہنچ جائے تو ان لوگوں کو بھی ایسا ہی زخم پہنچ چکا ہے اور ہم ان دنوں کی الٹ پھیر تو لوگوں کے درمیان کرتے ہی رہتے ہیں، تاکہ اللہ ایمان لانے والوں کو جان لے اور تم میں سے کچھ کو شہید بنائے اور اللہ تعالیٰ ظالموں کو دوست نہیں رکھتا اور تاکہ اللہ ایمان لانے والوں کو میل کچیل سے صاف کر دے اور کافروں کو مٹا دے۔ کیا تم اس گمان میں ہو کہ جنت میں داخل ہو جاؤ گے، حالانکہ ابھی اللہ نے تم میں سے ان لوگوں کو نہیں جانا جنھوں نے جہاد کیا اور نہ صبر کرنے والوں کو جانا اور تم تو موت کی تمنا کر رہے تھے اس سے پہلے کہ اس کے سامنے آؤ۔ سو اس کو اب تم نے خوب کھلی آنکھوں سے دیکھ لیا۔" اور اللہ تعالیٰ کا فرمان "اور یقیناً تم سے اللہ نے سچ کر دکھایا اپنا وعدہ، جب کہ تم انہیں اس کے حکم سے قتل کر رہے تھے، یہاں تک کہ جب تم خود ہی کمزور پڑ گئے اور آپس میں جھگڑنے لگے۔ حکم رسول کے بارے میں اور تم نے نافرمانی کی بعد اس کے کہ اللہ نے دکھا دیا تھا جو کچھ کہ تم چاہتے تھے بعض تم میں وہ تھے جو دنیا چاہتے تھے اور بعض تم میں ایسے تھے جو آخرت چاہتے تھے۔ پھر اللہ نے تم کو ان میں سے پھیر دیا تاکہ

تمہاری پوری آزمائش کرے اور اللہ نے تم سے درگزر کی اور اللہ ایمان لانے والوں کے حق میں بڑا فضل والا ہے۔" (اور آیت)"اور جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے گئے ہیں انہیں ہرگز مردہ مت خیال کرو۔" آخر آیت تک۔

صحیح مسلم میں رسول اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے، اللہ تعالیٰ تمہارے لئے تین چیزوں کو پسند فرماتا ہے اور تین چیزیں ناپسند فرماتا ہے۔ جن کو پسند کیا۔ وہ یہ ہیں: ۱) اللہ چاہتا ہے تم سب اس کی عبادت کیا کرو۔ ۲) اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ۔ ۳) اللہ کی رسی کو اجتماعیت کے ساتھ تھام لو اور ٹکڑوں ٹکڑوں میں نہ بٹو۔ تین چیزیں جو اللہ کو ناپسند ہیں، وہ یہ ہیں: ۱) قیل و قال کرنا، بحث و تمحیص کرنا، تکرار کرنا چھوٹی چھوٹی بات پر جھگڑا کرنا جس سے اختلافات بڑھتے اور معاشرے میں پھوٹ پیدا ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس رویے کو سخت ناپسند کرتا ہے... ۲) اور زیادہ سوال کرنے کو اللہ ناپسند کرتا ہے۔ ۳) اور مال کو بے جا ضائع کرنا اللہ ناپسند کرتا ہے۔

اختلافِ رائے کے آداب:

(1) جب ہم کسی چیز پر اختلاف کرنے لگیں تو اظہار سے پہلے جو ہم اپنی رائے ہو اس پر غور کریں تاکہ اس میں کہیں غلطی نہ رہے۔

(2) اگر اپنی رائے ٹھیک لگے تو یہ دیکھیں کہ اس کا اظہار ضروری بھی ہے کیونکہ ہر جگہ رائے کا اظہار کرنا ضروری نہیں ہوتا اور جہاں پر خاموش رہنے سے کوئی نقصان کا اندیشہ نہ ہو تو وہاں پر خاموشی بہتر ہے بجائے اس کے کہ دوسروں سے لڑا جائے۔

(3) ہر جگہ اپنے آپ کو صحیح سمجھ کر بحث مباحثے میں نہیں پڑنا چاہئے کیونکہ اس سے لوگ چڑنا شروع ہو جاتے ہیں۔

(4) اپنی رائے کا اظہار ہمیشہ مہذیب اور اچھے انداز سے کرنا چاہئے اور ایسی باتوں سے گریز کریں اور تنزیہ جملوں اور جارحانہ انداز سے گریز کرنا چاہئے۔

(5) آپ کے اندر اتنا حوصلہ ہو کہ دوسروں کو اختلاف رائے کے حق کو تسلیم کریں۔

(6) اگر دونوں فریق اپنی اپنی بات پر ڈٹے رہیں اور فیصلہ بھی کرنا ہو تو ضروری ہے کہ کسی باصلاحیت اور ماہر شخص سے فیصلہ کروائیں۔

(7) اگر آپ کی رائے صحیح مانی جائے تو زیادہ اترانے یا شیخی مارنے سے اجتناب کریں۔

(8) اگر آپ کی بات سچ ثابت ہو جائے یا غلط ہو ثابت ہو جائے۔ دونوں صورتوں میں درگزر کا معاملہ رکھیں اور اپنی غلطی ثابت ہونے پر دوسروں پر تہمتیں نہ لگائیں اور کسی کے لئے اپنے دل میں برا گمان مت رکھیں۔

(9) اگر کسی بات پر آپ کا کسی کے ساتھ اختلاف بن جائے تو اس کو ذاتیات پر نہ لے کر جائیں اور کسی کو نقصان پہنچانے کا خیال دل میں نہ لائیں بلکہ اپنی غلطی کا اعتراف کریں اور اپنی غلطی پر قابو پانے کی کوشش کریں۔

(10) اختلاف رائے کی وجہ سے آپس کے تعلقات کو خراب مت کریں۔ آپسی تعلقات کو بہتر رکھیں اور اختلاف کو دور کرنے کے لئے مثبت کوشش جاری رکھیں۔

اختلاف رائے کے اسباب

جہل کی بنا پر اختلاف

اختلاف رائے کی ایک اہم وجہ علم کی کمی ہے۔ علم کی بجائے اگر جذبات یا ذاتی عناد کی بنیاد پر اختلاف کیا جائے تو پھر اختلاف شدت اختیار کر جاتے ہیں۔ یہ ایک خطرناک عمل ہے جس نے امت کو اختلاف و انتشار کا شکار کر دیا ہے۔

ان الله لا يقبض العلم انتزاعًا ينتزعه من العباد ولكن يقبض العلم بقبض العلماء حتى اذا لم يبق عالم اتخذ الناس رؤوسًا جهالاً، فسئلوا فافتوا بغير علم فضلوا وأضلّوا. (17)

اللہ تعالیٰ بندوں سے یک لخت علم کو سلب نہیں کرے گا؛ بلکہ علماء کو موت دے کر علم کو اٹھائے گا یہاں تک کہ جب کوئی عالم باقی نہیں رہے گا تو لوگ اپنا پیشوا جاہلوں کو بنالیں گے، پس ان سے سوال کیا جائے گا وہ بھی بلا علم فتویٰ دیں گے، نتیجتاً خود بھی گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے۔

نفس پرستی و تعصب کی وجہ سے اختلاف

اختلاف رائے میں تعصب اور نفس پرستی کا عنصر بھی شامل ہوتا ہے جو اختلاف رائے کی بڑی وجہ بنتا ہے۔ انسان کو پتہ ہوتا ہے کہ ایک شخص صحیح بات کر رہا ہے لیکن گروہی اور مسلک کی بنیاد پر، سیاسی نکتہ نظر سے، کسی دوست کی ہمدردی سمیٹنے کے لئے یا بعض دفعہ ذاتی بغض وعناد کی وجہ سے اختلاف پیدا کر دیا جاتا ہے جس سے جذبات کی تسکین ہوتی ہے۔

فروعی واجتہادی اختلاف

اس کے علاوہ ایک فروعی و اجتہادی اختلاف بھی ہے۔ فروعی مسائل میں ہر مجتہد اپنا نقطہ نظر پیش کرتا ہے اور اس طرح کے اختلاف کو جھٹلایا نہیں جا سکتا بلکہ یہ امت مسلمہ کے لئے آسانی کا باعث بنتا ہے۔

ما يسرّني لو أن أصحاب محمد لم يختلفوا؛ لأنهم لو لم يختلفوا لم تكن رخصة (18)

مجھے اس بات سے مسرت نہ ہوتی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں اختلاف نہ ہوتا؛ اس لیے کہ ان میں اگر اختلاف نہ ہوتا تو گنجائش ورخصت نہیں رہتی۔

حضرت امام مالک سے خلیفۂ وقت نے درخواست کی کہ آپ موطا کے متعدد نسخے تیار کردیں، ہم اس کو سلطنت کے ہر شہر میں بھیج دیں گے اور سب کو شاہی فرمان کے ذریعہ اس پر متفق کردیں گے، مگر حضرت امام مالک اس کے لیے راضی نہیں ہوئے اور اس ارادے سے باز رہنے کی تلقین فرمائی اور فرمایا: لوگوں کے پاس مختلف حدیثیں پہنچی ہیں وہ ان روایات کے موافق عمل پیرا ہیں، بعد کے خلیفہ نے بھی اس قسم کا مشورہ دیا مگر حضرت امام مالک نے اس قسم کا مشورہ پسند نہیں فرمایا، کیوں کہ اس کی وجہ سے امت مصیبت میں مبتلا ہو سکتی تھی۔(19)

اختلاف میں حدود سے تجاوز

اختلاف چاہے کسی بھی وجہ سے ہو یا اختلاف کی کوئی بھی نوعیت ہو اس میں حد سے تجاوز کرنے سے گریز کرنا چاہئے۔ قرآن کریم میں اس معاملے پر واضح احکامات موجود ہیں:

وَ لَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ اَنْ صَدُّوْكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اَنْ تَعْتَدُوْا۔ (20)

اور کسی قوم کی دشمنی اس لیے کہ انھوں نے تمھیں مسجد حرام سے روکا، تمھیں اس بات کا مجرم نہ بنادے کہ حد سے بڑھ جاؤ۔

تنقید میں نظریات کے تفاوت کا لحاظ

جس طرح امر خیر کی تبلیغ واشاعت میں درجہ بندی آئی ہے۔ پہلے ایمان کی دعوت دینے کا حکم ہے، بعدہ احکام کی تبلیغ کرنے کا حکم ہے(21)

اختلاف رائے کا حل سیرت طیبہ کی روشنی میں

برداشت اور صبر

جب ہم اختلاف رائے کی بات کرتے ہیں تو ہمیں نبی کریم ﷺ کی سیرت طیبہ نظر آتی ہے کہ آپ ﷺ نے ساری زندگی صبر اور برداشت سے کام لیا جیسا کہ اس حدیث پاک سے ثابت ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ ایک آدمی نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو برا بھلا کہا جبکہ محمد ﷺ وہاں موجود تھے۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے صبر کیا اور خاموش رہے۔ جب آدمی نے بار بار بدتمیزی کی تو نبی کریم ﷺ پہلے تو مسکرائے پھر جب ابو بکرؓ نے تھوڑا جواب دیا تو آپ ﷺ ناراض ہو کر اٹھ کھڑے ہوئے۔ اس پر حضرت ابو بکرؓ نے عرض کیا کہ انہوں نے تو بس اپنے دفاع میں تھوڑا جواب دیا تھا تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا "جب

تم خاموش رہے تو تمہارے پاس ایک فرشتہ تھا جو تمہارے لئے جواب دے رہا تھا لیکن جب تم نے جواب دیا تو شیطان آگیا" پھر نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جو شخص اپنے حق کو اللہ کے لئے چھوڑ دے تو اللہ اسے عزت دیتا ہے۔(22)

عدل وانصاف

عائشہ رضی اللہ عنہا نے مروی ہے کہ مخزومیہ خاتون (فاطمہ بنت اسود) جس نے غزوہ فتح کے موقع پر چوری کرلی تھی، اس کے معاملہ نے قریش کو فکر میں ڈال دیا۔ انہوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ اس معاملہ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے گفتگو کون کرے! آخر یہ طے پایا کہ اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت عزیز ہیں۔ ان کے سوا اور کوئی اس کی ہمت نہیں کر سکتا۔ چنانچہ اسامہ رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے میں کچھ کہا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے اسامہ! کیا تو اللہ کی حدود میں سے ایک حد کے بارے میں مجھ سے سفارش کرتا ہے؟ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے اور خطبہ دیا (جس میں) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ پچھلی بہت سی امتیں اس لیے ہلاک ہو گئیں کہ جب ان کا کوئی شریف آدمی چوری کرتا تو اسے چھوڑ دیتے اور اگر کوئی کمزور چوری کرتا تو اس پر حد قائم کرتے اور اللہ کی قسم! اگر فاطمہ بنت محمد صلی اللہ علیہ وسلم بھی چوری کرے تو میں اس کا بھی ہاتھ کاٹ ڈالوں۔(23)

نرمی اور خوش اخلاقی

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دیہاتی شخص آیا اور اس نے مسجد کے ایک کونے میں پیشاب کر دیا۔ لوگوں نے اس کو منع کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں روک دیا۔ جب وہ پیشاب کر کے فارغ ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس (کے پیشاب) پر ایک ڈول پانی بہانے کا حکم دیا۔ چنانچہ بہادیا گیا۔(24)

اتحاد اور بھائی چارہ

نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ اختلاف میں بھی بھائی چارہ قائم رکھنا فرض ہے۔

المسلم اخو المسلم، لایحل لمسلم ان یہجر اخاہ فوق ثلاثہ ایام۔ (25)

مسلمان مسلمان کا بھائی ہے۔ تین دن سے زیادہ نفرت یا ہجر جائز نہیں۔

غزوہ احزاب میں جب کفار نے مدینہ پر حملہ کیا تو صحابہ کی رائے میں اختلاف تھا۔ آپ نے سب کی رائے سنی اور پھر حکمت عملی سے فیصلہ کیا۔ لیکن اختلافات کے باوجود مقصد میں اختلاف تھا۔(26)

مشاورت

نبی کریم ﷺ اہم معاملات میں اپنے صحابہ سے مشورہ فرمایا کرتے تھے۔ مثال کے طور پر غزوات اور دیگر اجتماعی امور میں آپ ﷺ نے صحابہ کی آراء کی اہمیت دی۔

حسن اخلاق اور نرمی

نبی کریم ﷺ کا اخلاق ایسا تھا کہ آپ دشمنوں کے ساتھ بھی نرمی اور محبت سے پیش آتے تھے۔ اسی حسن اخلاق کی وجہ سے بہت سے لوگ اسلام کے قریب آئے۔ لہٰذا اختلاف کے وقت سخت الفاظ اور الزام تراشی سے بچنا چاہئے۔

حوالہ جات

طباطبائی، سید محمد حسین، المیزان فی تفسیر القرآن، ج۱۱، ص۶۰۔

ابن فارس، احمد، معجم مقاییس اللغۃ، ج۲، ص۱۰۔

ابو القاسم الحسین بن محمد المعروف بالراغب الاصفہانی، المفردات فی غریب القرآن، محقق صفوان عدنان الداودی، دار القلم بیروت 1412ھ، ص294۔

صحیح بخاری، ابی عبد اللہ محمد بن اسماعیل البخاری، کتاب المغازی، باب بنی نضیر، ص680، ح4031۔

صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب مرجع النبی ﷺ من الاحزاب، ص698، ح4119)

المستدرک علی الصحیحین، الامام الحافظ ابی عبد اللہ الحاکم النیساپوری، کتاب معرفۃ الصحابۃ، دار المعرفہ بیروت لبنان، 1406ھ، ج3، ص605۔

الروم:22

طٰہٰ:94

الحشر:5

آل عمران:103

الانعام:159

البقرہ: 213

(بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، باب صلاۃ الطالب المطلوب راکباً وایماءً، دار الطوق النجاۃ، ص1422، ح946)

(صحیح مسلم، مسلم بن الحجاج بن مسلم القشیری، باب غزوہ بدر، دار السلام للنشر والتوزیع، ریاض، 1419ھ، ص492، ح4621

الابانۃ الکبری لابن بطہ، دار اللنشر، الریاض، ج2، ص565
(صحیح بخاری، ابی عبد اللہ محمد بن اسماعیل البخاری، کتاب المغازی، باب غزوہ احد، ص684، ح4041۔
بخاری، کتاب العلم، باب کیف یقبض العلم، ج1، ص20
جامع بیان العلم وفضلہ لابن عبد البر، ج2، ص78۔
مقدمہ اوجز المسالک، ج1، ص19۔
المائدہ:2
صحیح مسلم، مسلم بن الحجاج بن مسلم القشیری، کتاب الایمان، باب الدعاء الی الشہادتین، دارالسلام للنشر والتوزیع، ریاض 1419ھ، ج1، ص31
مسند امام احمد بن حنبل، مترجم: مولانا محمد ظفر اقبال، مکتبہ رحمانیہ اردو بازار لاہور، ج4، ص642، حدیث9622۔
صحیح بخاری، کتاب الاحادیث الانبیاء، دارالسلام للنشر والتوزیع، الریاض، ص586، ح3475
صحیح بخاری، کتاب الوضوء، باب صب الماء علی البول فی المسجد، ص41، ح221
صحیح مسلم، مسلم بن حجاج بن مسلم، کتاب البر والصلہ، باب تحریم الھجر فوق ثلاثۃ ایام، دارالسلام للنشر والتوزیع، الریاض، ص1122، ح6532۔
سیرۃ ابن ہشام، المکتبہ فاروقیہ ملتان، 1377ھ، ص187